سر ظفر اللہ خاں قادیانی کی عرب لڑکی سے شادی کی کہانی

بشریٰ ربانی کے سابق شوہر محمود قزق نے اخبار "الیوم" کے نامہ نگار کو ایک بیان میں بتایا کہ ظفر اللہ خاں نے میری منکوحہ بشریٰ ربانی کو کس طرح خریدا اور جبراً طلاق دلوائی۔

پہلی ملاقات میں ظفر اللہ خاں نے لڑکی سے پوچھا "تیرا کیا نام ہے" لڑکی نے عقیدت و ادب سے ہاتھ چوم کر جواب دیا "آپ کی کنیز کو بشریٰ ربانی کہتے ہیں۔"

دمشق میں احمدی خانقاہ نے قادیانی خلیفہ کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا جو علاج کے لیے ظفر اللہ خاں کے ساتھ یورپ جا رہے تھے۔ میری بیوی بھی اپنی ماں کے ساتھ جلسے میں حاضر تھی تاکہ دوسرے احمدیوں کی طرح ظفر اللہ خاں کا استقبال کرے، اور امیر المومنین کے ہاتھ کو بوسہ دے۔ ظفر اللہ خاں نے خلیفہ سے کچھ سرگوشی کی تو حاضرین نے "امیر المومنین" کو بلند آواز سے فرماتے سنا۔ "یہ تو اس خاندان کے لیے سب سے بڑی عزت ہے۔" اور سننے والے سمجھ گئے کہ کس شادی کا ذکر ہو رہا ہے۔ پھر ظفر اللہ خاں نے دمشق کے بڑے قادیانی سردار کے کان میں کچھ کہا تو سردار نے اونچی آواز میں جواب دیا۔ اس کا صرف ایک ہی بھائی ہے۔ اب ظفر اللہ خاں نے بھی اونچی آواز میں گفتگو شروع کر دی۔ کہنے لگے کیا اس کا بھائی یہاں دمشق کے پاکستان سفارت خانے میں ملازمت پسند کرے گا اور دوسرے ہی دن میری بیوی کے بھائی محمود ربانی کو سفارت خانے میں عہدہ مل گیا۔

منگنی اور طلاق

پھر ظفراللہ خاں نے اپنی خاص مجلس میں دمشق کے معزز احمدیوں سے کہا۔ "میں اس لڑکی کو خوش نصیب اور اس کے خاندان کو خوشحال بنا دوں گا"۔ عرض کیا گیا کہ لڑکی اپنے خالہ زاد بھائی سے منسوب ہو چکی ہے۔ جو خلیج فارس کے ایک ملک میں دولت کمانے گیا ہوا ہے۔

ظفراللہ خاں نے برہم ہو کر کہا "یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ اس نازک پھول کو اس خوفناک کانٹے کی گود میں ڈال دیا جائے"۔

عرض کیا گیا "مگر دونوں کا نکاح بھی ہو چکا ہے۔"

ظفراللہ نے اور زیادہ خفگی سے کہا "طلاق کا بندوبست کر دو۔"

عرض کیا گیا "ممکن ہے خود لڑکی آپ کے عمر کے آدمی سے رشتہ جوڑنا پسند نہ کرے اور کہے کہ آپ کی بیوی بھی موجود ہے اور اولاد بھی۔"

ظفراللہ خاں نے جواب دیا:

"میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں گا۔" اور انہوں نے یہی کیا بھی۔ تاکہ بشریٰ ربانی کو حاصل کر سکیں۔

دوسری ملاقات

دوسرے دن "حضرت" لڑکی کے گھر پہنچے اور جب وہ چائے لے کر آئی تو اس پر نگاہیں گاڑے ہوئے کہنے لگے۔

"بشریٰ تو کیا کہتی ہے۔ دیکھ ظاہری شکل پر نہ جانا میں آج بھی ------"

بشریٰ کی نظریں شرم سے جھک گئیں اور چہرہ گلابی ہو گیا۔ پھر آہستہ سے کہنے لگی۔

"مالک میں تو حضور کی کنیز ہوں۔"

یہ سنتے ہی ظفراللہ خاں نے جیب سے ایک ڈبیہ کھولی اور ہیرے کا کینٹھا نکال کر خود اپنے ہاتھ سے لڑکی کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر اس کی انگلیوں پر ٹکٹکی باندھ دی۔ وہ سمجھ گئی، اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور انگلی سے میرے نکاح کی انگوٹھی اتار دی۔

تین دن بعد ظفراللہ خاں لاہائی (ہالینڈ) جانے کے لیے تیار ہو گئے‘ جہاں وہ بین الاقوامی عدالت کے جج ہیں۔ جاتے وقت بشریٰ کی ماں اور بھائی کے ہاتھ میں ایک بڑی رقم دیتے ہوئے حاکمانہ انداز سے فرمانے لگے۔

”دیکھو بشریٰ کی طلاق کا معاملہ جلد سے جلد انجام پا جانا چاہیے۔ خرچ کی پروانہ کرنا۔“

فریب محبت

میری عقل کچھ کام نہیں دیتی۔ اب تک سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ آخر یہ کیا ہوا اور سمجھ میں آئے بھی کیسے۔ میں نے اپنے وجود سے محبت کی تھی اور حق الیقین تھا کہ بشریٰ بھی مجھے سچے دل سے چاہتی ہے۔ ہم دونوں گھڑیاں گن رہے تھے کہ رخصتی کا دن آئے اور ہم دونوں ایک جان ہو جائیں۔ میں خلیج فارس کے علاقے میں بہت دور تھا۔ مگر بشریٰ کے محبت بھرے خطوں سے ڈھارس بندھی رہتی تھی۔ بشریٰ ہر ہفتے کئی کئی خط لکھتی۔ تصویروں کے تراشے بھیجتی۔ یہ دیکھیے تراشے میں ایک جوڑے کی تصویر ہے جو عروسی لباس پہنے ہوئے ہے اور یہ عبارت تراشے پر خود بشریٰ کے قلم سے لکھی ہے۔ ”اللہ! ہم دونوں کب ایسا ہی جوڑا پہنیں گے۔“ یہ دوسرا تراشہ ہے‘ دو بچے کھڑے ہیں اور بشریٰ نے اس پر لکھا ہے ”خدا ہمیں بھی ایسے ہی بچے دے گا۔“

قادیانی کیوں ہوا؟

بہت سے خط سنا کر بدنصیب شوہر چپ ہو گیا اور کسی گہرے خیال میں ڈوب گیا۔ پھر قہقہہ اس کے منہ سے پھوٹ پڑا اور اس نے کہا کہ کوئی خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بشریٰ کے یہ سب جذبات سراسر فریب تھے اور وہ میرے دل سے صرف کھیل رہی تھی۔ کیا دولت کی طمع اس پر غالب آ گئی۔ میں کیونکر مان لوں‘ اس نے تو مجھے اس وقت قبول کیا تھا‘ جب میں بالکل فقیر تھا۔ میں قادیانی نہیں تھا‘ محض بشریٰ کو حاصل کرنے کے لیے میں نے قادیانیت قبول کی۔ بشریٰ اور اس کا خاندان قادیانی بن چکا تھا۔ ظفراللہ خان قادیانی مذہب کے ایک بڑے رکن ہیں اور میرے دل میں وہم بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کہ یہی ظفراللہ میرے دل کو

کچل ڈالیں گے اور قادیانیت کے امام اور امیر المومنین اپنے ایک مرید و معتقد کی زندگی اس بے دردی سے اجاڑ کر رکھ دیں گے۔ بے شک اس قسم کی کوئی بات بھی خیال میں نہیں آ سکتی تھی۔ لیکن فلسطین میں ایک کہاوت ہے۔ "گھنی داڑھیوں کی آڑ میں کبھی بندر بھی چھپے ملتے ہیں" اور ظفر اللہ کی داڑھی واقعی عجائبات کو چھپائے ہوئے تھی۔

سب سے بڑا خوش نصیب

محمود قزق نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ۱۹۵۳ء میں، میں نے کتنی کوشش کی کہ لبنان میں کوئی روزگار مل جائے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ پھر میں شام چلا آیا اور ایک سکول میں مدرسی مل گئی۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنی خالہ سے ملنے دمشق آیا اور خالہ کی لڑکی کو دیکھتے ہی دل دے بیٹھا۔ دوسرے دن بشریٰ کے ساتھ سینما گیا۔ فلم میں ہیرو اور ہیروئن کی شادی دکھائی جا رہی تھی۔ بشریٰ میرے کان میں کہنے لگی "یہ خوشی ہمیں کب نصیب ہوگی۔"

۵۴ء میں ہمارا نکاح ہو گیا۔ میں پھر خلیج فارس کی ایک ریاست میں چلا گیا تاکہ جلد سے جلد بہت سا روپیہ جمع کر کے لوٹوں اور اپنی دلہن کو رخصت کرا لاؤں۔

بشریٰ کے خط دسمبر کے مہینے سے بند ہو گئے۔ آخر ایک خط بہت دنوں کے بعد ملا۔ اس کی عبارت یہ تھی:

"مولانا امیر المومنین دمشق آئے۔ ظفر اللہ خاں بھی تھے۔ کس قدر چاہتی تھی کہ تم بھی یہاں موجود ہوتے اور حضرت امیر المومنین کی زیارت کرتے۔"

طلاق

بشریٰ کے خط نے میرا دماغ اور بھی خراب کر دیا اور میں طرح طرح کے مطلب نکالنے لگا۔ دمشق پہنچتے ہی سیدھا خالہ کے گھر گیا۔ مگر بشریٰ کی انگلی میرے عقد کی انگوٹھی سے خالی تھی۔

میں نے کہا "انگوٹھی اور چوڑیاں غائب ہیں؟"

بشریٰ: "میں آزاد ہوں۔ تم میری خالہ کے بیٹے ہو، اس لیے میں تم سے شادی منظور

نہیں کر سکتی۔"

اس کے بھائی محمود نے مجھ سے کہا۔

"بشریٰ تمہیں پسند نہیں کرتی۔ تم طلاق کیوں نہیں دے دیتے؟"

میں بے اختیار چلا اٹھا "ابھی قاضی کے پاس چلو، طلاق نامہ لکھے دیتا ہوں۔"

قاضی نے جب معاملہ سنا تو خفا ہوئے۔ میں تو غصہ سے بے خود ہو ہی رہا تھا۔ کہا گیا "قاضی صاحب نکاح فرضی تھا اور میں بشریٰ کو طلاق دے چکا ہوں۔"

بعد میں معلوم ہوا کہ ظفراللہ خان نے ۴۵ ہزار پونڈ میں بشریٰ کو خرید لیا ہے اور بیس ہزار پونڈ میں بشریٰ کے خاندان کے لیے ایک مکان دمشق کے محلہ "بستان الجبری" میں مول لے دیا ہے۔ پھر سنا کہ ظفراللہ چند روز میں دمشق آرہے ہیں تاکہ بشریٰ سے شادی رچائیں اور میں نے طے کر لیا کہ اس شخص کو قتل کر ڈالوں گا۔ میں نے پستول خرید لیا۔ مگر بشریٰ کے خاندان نے ظفراللہ کو خبر کر دی۔ اس پر جلسے کا پروگرام روک دیا گیا اور آدھے گھنٹے کے اندر ہی ظفراللہ نکاح کر کے ہوائی جہاز سے بھاگ گئے۔

(بشکریہ روزنامہ نوائے پاکستان لاہور)